بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیرتِ امیرالمومنین

حضرت علی ابن ابی طالبؑ

(حصّہ اوّل)

تالیف
علاّمہ مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ

ناشر۔ اِمامیہ پبلیکیشنز
۳۵۔ حیدر روڈ اسلام پورہ لاہور
فون: 7119027

(کتاب الازمنۃ والامکنۃ - ج ۲ - ص۲۸) کا فرزند"

آپ نے ۴۰ھ میں وفات پائی اور جنۃ البقیع میں دفن ہوئیں۔ مگر جنۃ البقیع کے گرد چار دیواری کھینچ دینے سے یہ قبر موجودہ حدود جنۃ البقیع سے باہر ایک خستہ و خراب رہگزر پر واقع ہے۔ جب حجاج و زائرین ادھر سے گزرتے ہیں تو اس قبر پر بھی فاتحہ کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں جو ابھی تک دستبرد زمانہ سے محفوظ ہے اور خدا نہ کرے کہ راستوں کی توسیع کی تجویز اسے اپنے تصرف میں لے لے۔

ولادت باسعادت

خانہ کعبہ ایک قدیم ترین عبادت گاہ ہے۔ جس کی نیو آدمؑ نے ڈالی، اور جس کی دیواریں ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ نے اٹھائیں۔ اگرچہ یہ گھر بالکل سادہ، نقش و نگار سے معرا، زینت و آرائش سے خالی اور چونے اور پتھروں کی سیدھی سادی عمارت ہے مگر اس کا ایک ایک پتھر برکت و سعادت کا سرچشمہ اور عزت و حرمت کا مرکز و محور ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے :۔

جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام۔ "اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو محترم گھر قرار دیا ہے"

خانہ کعبہ کی یہ عزت و حرمت دائمی و ابدی ہے جو نہ پہلے زمانہ و وقت کی پابند تھی اور نہ اب ہے بلکہ روز تعمیر سے اسے بلند ترین عظمت اور غیر معمولی مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے اور اب بھی اس کی مرکزیت و اہمیت بدستور قائم ہے جس کا اظہار مختلف اسلامی عبادات کے ذریعہ ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان چاہے وہ مشرق کا باشندہ ہو یا مغرب کا عرب کا رہنے والا ہو یا عجم کا جب بھی نماز کے لئے کھڑا ہو گا اسے ہی عبادت کی مرکزی سمت قرار دے گا اور اس کے گرد چکر لگانا اور طواف کرنا اس احتیاط کے ساتھ کہ شانے اس کی سمت سے منحرف نہ ہونے پائیں، حج کا ایک بڑا رکن اور اس کی عظمت و تقدیس کا ایک خاص مظاہرہ ہے۔

حضرت علیؑ اسی متبرک و باعظمت گھر میں روز جمعہ تیرہ رجب تیس عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ اور یہ شرف خاص نہ ان سے پہلے کسی کو ملا اور نہ ان کے بعد کسی کو حاصل ہو گا۔ محدثین و اہل سیر نے اسے حضرت امیرالمومنینؑ کے مختصات میں شمار کرتے ہوئے اپنے کتب و مصنفات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ حاکم نیشاپوری تحریر کرتے ہیں :۔

قد تواترت الاخبار ان فاطمۃ بنت اسد ولدت امیرالمومنین علی — اخبار متواترہ سے ثابت ہے کہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وسط خانہ

ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہ فی جوف الکعبۃ (مستدرک ج ۳ ص ۴۸۳)

کعبہ میں فاطمہ بنت اسد کے بطن سے متولد ہوئے۔"

شاہ ولی اللہ نے بھی اسے نقل کیا ہے اور اس امر کی صراحت کی ہے کہ ان سے پہلے اور ان کے بعد کسی کو یہ شرف نصیب نہیں ہُوا۔ چنانچہ وہ تحریر کرتے ہیں:۔

تواترت الاخبار ان فاطمۃ بنت اسد ولدت امیرالمومنین علیا فی جوف الکعبۃ فانہ ولد فی یوم الجمعہ ثالث عشر من شھر رجب بعد عام الفیل بثلثین سنۃ فی الکعبۃ ولم یولد فیھا احد سواہ قبلہ ولا بعدہ۔ (ازالۃ الخفاء ج ص ۲۵۱)

متواتر روایات سے ثابت ہے کہ امیرالمومنین علیؑ روز جمعہ تیرہ رجب تیس عام الفیل کو وسط کعبہ میں فاطمہ بنتِ اسد کے بطن سے پیدا ہوئے اور آپؑ کے علاوہ نہ آپ سے پہلے اور نہ آپ کے بعد کوئی خانہ کعبہ میں پیدا ہُوا۔"

عبقریۃ الامام علی کے مصنف عباس محمود عقاد نے اس مبارک پیدائش کو خانہ کعبہ کی عظمت پارینہ کی تجدید اور خدائے واحد کی پرستش کے دورِ جدید سے تعبیر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

ولد علی فی داخل الکعبۃ وکرم اللہ وجھہ عن السجود لاصنامھا فکانما کان میلادہ ثمۃ ایذانا بعھد جدید الکعبۃ وللعبادۃ فیھا (العبقریۃ الاسلامیہ ص ۸۶۳)

علی ابن ابی طالب خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے اور خداوند عالم نے ان کے چہرے کو بتانِ کعبہ کے آگے جھکنے سے بلند تر رکھا۔ گویا اس مقام پر حضرت کی پیدائش کعبہ کے نئے دور کا آغاز اور خدائے واحد کی پرستش کا اعلانِ عام تھا۔"

اس طرح تقریباً ہر مورّخ و سیرت نگار نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ البتہ کچھ لوگوں نے اس کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے ایسے گوشے پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جس سے اس کی امتیازی و انفرادی حیثیت ختم ہو جائے اور یہ شرف، شرف نہ رہے یا علی سے مخصوص نہ رہے۔ چنانچہ کبھی یہ کہا گیا کہ خانہ کعبہ کے اندر ولادت میں رکھا ہی کیا ہے جب کہ وہ اس وقت ایک بت خانہ کی حیثیت رکھتا تھا اور چاروں طرف سے بتوں میں گھرا ہوا تھا۔ اس کا جواب تو اتنا ہی کافی ہے کہ اگر مسجد کو مندر یا کلیسا میں تبدیل کر دیا جائے تو وہ حکم مسجد سے خارج قرار نہیں پاتی بلکہ اس کی حرمت و تقدیس بدستور باقی رہتی ہے۔ اسی طرح بتوں کے عمل دخل سے خانہ کعبہ کی بھی حرمت و توقیر زائل نہیں ہوسکتی اور نہ اس کے دامنِ تقدیس پہ حرف آسکتا ہے۔ چنانچہ جب اسے

عالم اسلام کا قبلہ قرار دیا گیا تو اس وقت بھی اس کے گرد و پیش بُت رکھے ہوئے تھے۔ مگر یہ بت اس کے قبلہ قرار پانے سے مانع نہ ہو سکے۔ اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ عام الفیل سے تیرہ سال قبل فاختہ بنت زہیر کے بطن سے حکیم ابن حزام بھی خانہ کعبہ میں پیدا ہوا تھا تو اس میں شرف ہی کیا جب کہ ایک کافر بھی وہاں پیدا ہو سکتا ہے۔

یہ واقع ان وسیع النظر علماء و مورخین کے تصریحات کے خلاف ہے جنہوں نے صاف الفاظ میں اعتراف کیا ہے کہ حضرت علیؑ سے پہلے اور ان کے بعد کوئی خانہ کعبہ کے اندر پیدا نہیں ہُوا۔ اور پھر یہ مقام شرف ہے تو مسلم کے واسطے نہ کہ کافر کے واسطے۔ لہذا اگر کوئی کافر وہاں پیدا ہوتا ہے تو اس کے لیے یہ سبب اعزاز و افتخار نہیں ہو سکتا۔ اس لئے، کہ کفر کے ساتھ اس قسم کے امتیازات مورد فخر نہیں قرار پا سکتے اگر کفر کی حالت میں زیارت رسول وجہ شرف نہیں اور زیارت کعبہ قابل تعریف نہیں تو اس میں پیدائش کیونکر وجہ نازش ہو سکتی ہے۔ البتہ اگر ایمان کے ساتھ ایسا ہوتا تو سبب امتیاز ہو سکتا تھا۔ اور علی ابن ابی طالب کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ وہ نہ محکوم بالکفر تھے اور نہ کافر پیدا ہوئے۔ چنانچہ اہلسنت میں یہ روایت موجود ہے کہ جب آپ شکم مادر میں تھے اور ماں بتوں کے آگے سرنگوں ہونا چاہتی تھیں تو آپ شکم مادر میں اس طرح پیچ و تاب کھاتے کہ وہ بتوں کے آگے جھک نہ سکتی تھیں۔ اگرچہ یہ روایت شیعہ نقطۂ نظر سے قابل تسلیم نہیں ہے مگر اتنا تو واضح ہو گیا کہ ان کے نزدیک بھی علی کی زندگی کا کوئی لمحہ بطن مادر سے لے کر آغوش لحد تک کفر و شرک میں نہیں گزرا۔ اور پھر جنہوں نے ابن حزام کی ولادت کے متعلق لکھا ہے۔ انہوں نے اسے ایک اتفاقی حادثہ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے جس سے کسی شرف و بلندی کو ثابت نہیں کیا جا سکتا مگر امیرالمومنینؑ کی ولادت کسی اتفاقی حادثہ کی بجائے مشیت ایزدی کی کارفرمائی کا نتیجہ تھی۔ چنانچہ عباس ابن عبدالمطلب بیان کرتے ہیں کہ وہ اور یزید ابن قعنب اور بنی ہاشم و بنی عزیٰ کے چند افراد خانہ کعبہ کے پاس بیٹھے تھے کہ فاطمہ بنت اسد تشریف لائیں اور خانہ کعبہ کے قریب آکھڑی ہو گئیں۔ ابھی ایک آدھ لمحہ گزرا تھا کہ ان کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نمودار ہوئے۔ لرزتے ہوئے ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے، مضطرب نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھا اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: "اے میرے پروردگار! میں تجھ پر اور تیرے نبیوں پر اور تیری نازل کی ہوئی کتابوں پر ایمان رکھتی ہوں۔ تو اس باعزت گھر، اس گھر کے معمار اور اس مولود کے صدقہ میں جو میرے شکم میں ہے میری مشکل حل کر اور اس کی ولادت کو میرے لئے آسان کر دے مجھے یقین ہے کہ یہ مولود تیرے جلال و عظمت کی نشانیوں میں سے ایک روشن نشانی ہے اور تو ضرور میری مشکل آسان کرے گا۔" عباس کہتے ہیں کہ جب فاطمہ بنت اسد اس دعا سے فارغ ہوئیں تو ہم نے دیکھا کہ خانہ کعبہ

کی عقبی دیوار شق ہوئی اور وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے فوراً اس نئے در سے اندر داخل ہو گئیں اور دیوار کعبہ شگافتہ ہونے کے بعد پھر اپنی اصلی حالت پر پلیٹ آئی گویا اس میں کبھی شگاف پڑا ہی نہ تھا۔

اس واقعہ کی صحت کو علمار شیعہ کے علاوہ اہلسنت نے بھی تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ علمار اہل تشیع میں سے ابو جعفر طوسی نے امالی میں علامہ مجلسیؒ نے بحار میں اور علماء اہلسنت میں سے میر صالح کشفی نے مناقب میں اور مولوی محمد مبین نے وسیلۃ النجاۃ میں اسے درج کیا ہے۔ اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ صورت یکایک اور اتفاقیہ طور پر پیش نہیں آئی۔ اگر یہ اتفاقی ولادت ہوتا تو نہ خرق عادت کے طور پر دیوار شق ہوتی اور نہ بنت اسد دیوار کے شگاف سے درانہ وبیباکانہ اندر داخل ہوتیں۔ بلکہ یہ غیبی طاقت ہی کا کرشمہ اور قدرت کی کارفرمائی ہی کا نتیجہ تھا۔ اس ولادت کے تین دن بعد تک فاطمہ بنت اسد بیت اللہ میں رہیں اور چوتھے دن مولود نو کو گود میں لئے ہوئے باہر آئیں سے

در پس پردہ آنچہ بود آمد　　　　اسد اللہ در وجود آمد

پیغمبر اکرمؐ جو منتظر و چشم براہ تھے آگے بڑھے اور اپنے محسن و مربی چچا کے لخت جگر کو ہاتھوں پر لے کر سینہ سے لگایا۔ بچے نے شمیم نبوت سونگھ کر آنکھیں کھول دیں اور سب سے پہلے جمال جہاں آرائے حبیب خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اپنی آنکھوں کو روشن کیا۔ پیغمبرؐ نے اپنی زبان مولود کے منہ میں دے کر آب وحی سے چمن امامت کی آبیاری کی۔ علم نبوت لعاب دہن رسول میں حل ہو کے علی کے رگ وپے میں اترا۔ اور زبان پیغمبرؐ نے گواہی دی کہ خصنی بالنظر وخصصتہ بالعلم "اس نے مجھے پہلی نظر کے لئے منتخب کیا میں نے اسے علم کے لئے منتخب کر لیا۔"

حضرت علی کو خانہ کعبہ سے کئی نسبتیں حاصل ہیں۔ پیغمبرؐ نے انہیں مثیل کعبہ فرمایا انہی کے آباؤ اجداد نے اسے تعمیر کیا اور وہی اس کے پاسبان و نگہبان رہے اور اسے طاغوتی طاقتوں کی دستبرد سے بچاتے رہے۔ چنانچہ حسان ابن عبد کلال نے اسے مسمار کرنا چاہا تو فہر ابن مالک نے اسے شکست دے کر گرفتار کر لیا۔ ابرہہ ابن اشرم نے ہاتھیوں کے ساتھ حملہ کیا تو حضرت عبد المطلب در کعبہ پر جم کر کھڑے ہو گئے۔ اگر بت پرستوں نے اسے صنم کدہ بنا ڈالا تو انہی کے ہاتھوں نے پیغمبر کے دوش پہ بلند ہو کر اس کی تطہیر کی اور ایک ایک بت کو توڑ پھوڑ کر باہر پھینکا اور یہی ان کا مولد قرار پایا اور اس طرح ان کی ولادت کعبہ کی طہارت کی تمہید بن گئی۔

اگر آپ کی ولادت کو مکانی لحاظ سے یہ شرف حاصل ہے کہ بنائے خلیل مطاف خلق اور مامن عالم میں پیدا ہوئے تو زمانی لحاظ سے بھی یہ شرف ہے کہ آپ ماہ رجب میں پیدا ہوئے۔ جو حرمت والے مہینوں

میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی محترم مہینہ کی ستائیسویں تاریخ کو پیغمبر اکرمؐ کی بعثت ہوئی اور دعوت اسلام کا آغاز ہوا۔ یہ ولادت و بعثت کا زمانی اتحادِ علی اور اسلام کے اتحاد باہمی کا آئینہ دار ہے۔ چنانچہ کردارِ علی اسلامی تعلیمات کا عکس بردار، اور اسلامی تعلیمات سیرتِ علی کا آئینہ ہیں۔ دونوں ایک ساتھ پیغمبرؐ کے سایہ میں پروان چڑھے اور دونوں ایک دوسرے کی عظمت و رفعت کے پاسبان رہے۔

نام، لقب، کنیت

حضرت ابو طالب نے اپنے جد قصی ابن کلاب کے نام پر آپ کا نام زید رکھا اور فاطمہ بنت اسد نے اپنے باپ اسد کے نام پر "حیدر" نام تجویز کیا۔ (اسد اور حیدر دونوں کے معنی شیر کے ہیں) چنانچہ آپ نے جنگِ خیبر میں مرحب کے رجز کے جواب میں فرمایا۔ انا الذی سمتنی امی حیدرہ "میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا" اور پیغمبر اکرمؐ نے قدرت کے ایماء پر آپ کو علی کے نام سے موسوم کیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابو طالب ہی نے آپ کا نام علی رکھا۔ اور سند میں ان کا یہ شعر پیش کیا جاتا ہے:

سمیتہ بعلی کی یدوم لہ عز العلو و فخر العز ادومہ

"میں نے ان کا نام علیؑ رکھا ہے تاکہ رفعت و سربلندی کی عزت ہمیشہ ان کے پاس قائم رہے۔ اور عزت ہی وہ سرمایۂ افتخار ہے جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔"

یہ نام جو اپنے اندر علو و بلندی کے معنی رکھتا ہے اسم بامسمی ثابت ہوا اور ہمیشہ کائنات میں بلند و بالا، پستی سے نا آشنا، رزم و بزم میں وردِ زباں اور زمین کی فضاؤں سے لے کر آسمان کی بلندیوں تک گونجتا رہا۔ اگرچہ اموی حکمرانوں نے حضرتؑ کے نام اور کنیت پر پہرا بٹھا دیا تھا اور اس پر ناک بھوں چڑھاتے تھے چنانچہ ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں تحریر کیا ہے کہ عبداللہ ابن عباس کے فرزند کا نام علی اور کنیت ابو الحسن تھی۔ ایک دن علی ابن عبداللہ، عبدالملک کے ہاں گئے تو اس نے کہا کہ میں تمہارا یہ نام اور کنیت گوارا نہیں کر سکتا۔ انہوں نے اپنا نام تو نہ بدلا مگر کنیت ابو الحسن کے بجائے ابو محمد رکھ لی۔ اسی ذہنیت کے زیر اثر صدیوں تک اسلامی حکمرانوں میں سے کسی کا نام علی نہ ہو سکا۔ مگر آج محمدؐ کے بعد مسلمانوں میں سب سے زیادہ علی ہی کے نام پر نام رکھے جاتے ہیں اور صدیوں تک متروک اور سب و شتم کا ہدف قرار دیے جانے کے باوجود آخر یہ نام اسلام کے ساتھ ساتھ ہر گوشۂ عالم میں پہنچ کے رہا۔

آپ کے القاب آپ کے متنوع اور گوناگوں اوصاف کے لحاظ سے متعدد ہیں جن میں سے مرتضیٰ وصی

اور امیر المومنینؑ زبان زد خلائق ہیں۔ اور مشہور و معروف کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے۔ پہلی کنیت بڑے بیٹے حسن کے نام پر ہے۔ اور عرب عموماً فرزند اکبر ہی کے نام پر کنیت رکھا کرتے تھے۔ جیسے حضرت ابوطالب کی کنیت اپنے بڑے فرزند طالب کے نام پر ابوطالب اور حضرت عبدالمطلب کی کنیت اپنے بڑے بیٹے حارث کے نام پر ابوالحارث تھی۔ اور دوسری کنیت پیغمبر اکرمؐ نے تجویز فرمائی تھی۔ چنانچہ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ غزوۂ عشیرہ کے موقع پر حضرت علی اور عمار ابن یاسر بنی مدلج کے ایک چشمہ کی طرف نکل گئے اور درختوں کے سایہ میں ایک نرم و ہموار زمین پر لیٹ گئے۔ ابھی لیٹے زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ پیغمبر اکرمؐ بھی اُدھر آگئے اور علیؑ کا بدن خاک میں اٹا ہوا دیکھ کر فرمایا مَالَكَ یَا اَبَا تُرَاب "اے ابوتراب یہ کیا حالت ہے" اور اس دن سے آپ کی کنیت ابوتراب قرار پائی۔ علامہ حلبی نے تحریر کیا ہے:۔

وکنی صلی اللہ علیہ وسلم فیہا علیا بابی تراب حین وجدہ نائما ھو وعمار ابن یاسر وقد علق بہ التراب۔ (سیرت حلبیہ۔ ج ۲۔ صـ ۱۴۲)	غزوۂ عشیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کی کنیت ابوتراب رکھی جب کہ رسولِ خدا نے انہیں اور عمار ابن یاسر کو سوتے ہوئے پایا اور علی خاک میں اٹے ہوئے تھے۔"

سب سے پہلے یہ کنیت آپ ہی کے لئے تجویز ہوئی اور آپ سے قبل کسی کی یہ کنیت نہ تھی۔ چنانچہ شیخ علاء الدین نے تحریر کیا ہے:۔

اول من کنی بابی تراب علی ابن ابی طالب۔ (محاضرۃ الاوائل۔ صـ ۱۲۳)	سب سے پہلے علی ابن ابی طالب ہی ابوتراب کی کنیت سے پکارے گئے۔"

اس سلسلہ میں بخاری نے اپنی صحیح میں یہ روایت درج کی ہے کہ ایک مرتبہ پیغمبر اکرمؐ جناب سیدہ کے گھر تشریف لائے اور علی کو وہاں موجود نہ پاکر دریافت کیا کہ علی کہاں ہیں؟ جناب سیدہ نے کہا کہ میرے اور ان کے درمیان کچھ شکر رنجی ہوگئی ہے اور وہ غصہ میں بھرے ہوئے باہر چلے گئے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ایک شخص سے کہا کہ جاکر دیکھو کہ علیؑ کہاں ہیں۔ اس نے مسجد میں حضرت علی کو لیٹے ہوئے دیکھا تو آنحضرتؐ سے پلٹ کر کہا کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ پیغمبر مسجد میں تشریف لائے اور علی کے خاک آلودہ بدن سے گرد جھاڑی اور فرمایا قُم یا ابا تراب۔ "ابوتراب اٹھئے۔" اس کے بعد آپ ابوتراب کی کنیت سے یاد کئے جانے لگے۔

یہ روایت پہلی روایت سے مقام اور واقعہ کے اعتبار سے مختلف ہونے کے علاوہ درایۃً بھی صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ اس لئے کہ حضرت علی اور جناب فاطمہ کی گھریلو زندگی کے واقعات یہ بتانے سے قاصر ہیں: کہ

جناب فاطمہؑ ایک لمحہ کے لئے بھی علیؑ کی شکوہ سنج ہوئی ہوں اور ان دونوں میں ان بن یا رنجش و کشیدگی کی صورت پیدا ہوئی ہو۔ بلکہ ان کی گھریلو زندگی اتحاد و یکجہتی کا معیاری نمونہ تھی۔ حضرت عمار یاسر کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علی کی کنیت ابو تراب جمادی الثانیہ ۲ھ میں تجویز کی تھی۔ کیونکہ غزوۂ عشیرہ اسی مہینہ میں ہوا تھا۔ اور جناب سیدہ سے حضرت علی کا عقد غزوۂ بدر کے بعد یکم ذی الحجہ ۲ھ میں ہوا تھا۔ یعنی اس کنیت کے تجویز ہونے کے چھ ماہ بعد۔ تو اس صورت میں نہ رنجش و کشیدگی کا کوئی سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ خفگی کی بنا پر گھر چھوڑ کر مسجد میں لیٹنے کا جب کہ اس وقت جناب سیدہ آپ کے نکاح میں تھی ہی نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت اموی حکمرانوں کو خوش کرنے کے لئے گھڑی گئی ہے جو تنقیص و مذمت اور سب و شتم کے موقع پر حضرت کو اس کنیت سے یاد کرتے تھے۔ اگر یہ کنیت اسی مفروضہ رنجش کے موقع پر تجویز ہوتی تو جس نام کے ساتھ کوئی تلخ یاد یا ناگوار واقعہ وابستہ ہوتا ہے وہ نام کبھی مرغوب و پسندیدہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ حضرت کو یہ کنیت اپنے تمام ناموں سے زیادہ پسندیدہ تھی۔ چنانچہ سہل ابن سعد کہتے ہیں:۔

ما کان لعلی اسم احب الیہ من ابی تراب۔ (صحیح بخاری۔ جزو ۳۔ ص ۶۳)	حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو سب ناموں سے زیادہ محبوب نام ابو تراب تھا۔

حلیہ و سراپا

اعضا شناسی علم نفسیات کی ایک شاخ ہے جو مسلسل تجربات و مشاہدات سے اخذ نتائج پر مبنی ہے۔ اس سے آنکھ، ناک، پیشانی اور دوسرے اعضاء بدن سے انسان کے عادات و اطوار اور اس کے کردار کے جاننے میں مدد لی جاتی ہے۔ چنانچہ ماہرین فن اعضا کی ساخت، ڈیل ڈول، ناک نقشہ اور رفتار و گفتار سے انسان کی شخصیت کے متعلق بہت کچھ معلومات حاصل کر لیتے ہیں۔ ان اعضا شناشوں کے نزدیک ماتھے کا کھلا اور پیشانی کا ابھرا ہونا، فہم و ادراک کی، بازوؤں کا طویل و پُر گوشت ہونا بزرگی و ریاست کی، بالوں کی سختی شجاعت کی اور آنکھوں کا بڑا ہونا تیزی طبع کی علامت ہے، اسی طرح گردن کا کوتاہ ہونا تکبر و تشدد پسندی کی پنڈلیوں کا پُر گوشت ہونا حماقت کی، آنکھوں کا چھوٹا اور اندر کو دھنسا ہونا خبث و فریب کی، شانوں کا نازک و باریک ہونا کمزوری عقل کی اور دانتوں میں دراڑوں کا ہونا کمزوری و ضعف کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ ظنی و تخمینی علامات ہیں جنہیں قطعی و یقینی نہیں کہا جاسکتا تاہم